Volume 03, Issue 02,
April-June 2025
PP: 87-97
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

استدلال بالحدیث، فقہ حنبلی اور احکام میں ائمہ کا منہج

Argumentation with Ḥadīth, Ḥanbalī Fiqh, and the Methodology of the Imāms in Rulings

Dr. Muhammad Abdullah Umer
Research Scholar,
Jamia Khair-ul-Madaris, Multan
qmabdullah5@gmail.com

Article History

Received
22-04-2025

Accepted
26-05-2025

Published
28-05-2025

Indexing

Abstract

This study explores the nuanced process of deriving legal rulings (aḥkām) from ḥadīth literature, focusing particularly on the methodological framework of the Ḥanbalī school of Islamic jurisprudence. The process of interpretation and inference from prophetic traditions is not monolithic; rather, it reflects a rich diversity that dates back to the era of the Ṣaḥābah (Companions of the Prophet ﷺ). Differences in understanding stem from multiple factors, including linguistic interpretation, the identification of operative causes (ʿillah), contextual knowledge, and prioritization of narrations. These variances are not only observable among the early generations but are also found among the founders of the four major Sunni legal schools (madhāhib), including Imām Aḥmad ibn Ḥanbal. This article critically examines the tools, principles, and hermeneutical strategies employed by Ḥanbalī scholars in the derivation of legal rulings. Particular attention is given to how textual literalism, adherence to authenticated narrations (ṣaḥīḥ aḥādīth), and methodological gentleness (rifq) influence their legal reasoning. The study also considers the broader jurisprudential methodology of the Imāms, highlighting points of convergence and divergence among them in their interpretive approaches.

By analyzing the core features of Ḥanbalī fiqh in relation to ḥadīth-based rulings, this research sheds light on the sophisticated nature of Islamic legal theory and its capacity for interpretive plurality. It underscores the intellectual rigor and methodological discipline that underpin classical Islamic law, while advocating for respectful engagement with differing legal opinions within the Islamic tradition.

Keywords:

Ḥadīth, Ḥanbalī Fiqh, Islamic Jurisprudence, Legal Derivation, Usūl al-Fiqh, Imām Aḥmad ibn Ḥanbal, Interpretive Diversity, Legal Methodology, Aḥkām, Rifq.

All Rights Reserved © 2023 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

موضوع کا تعارف

قرآن کریم نے سنت نبویہ کو شریعتِ اسلامیہ کا ایک بنیادی مصدر قرار دیا ہے، چنانچہ امت مسلمہ میں ابتداء ہی سے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی ایک مستقل شرعی حیثیت رہی ہے کہ سنت رسول ﷺ کے بغیر قرآنی احکام وتعلیمات کی درست تفہیم نہیں ہوتی۔ دین اسلام میں اتباعِ سنت کی حیثیت کسی فروعی مسئلہ کی سی نہیں بلکہ بنیادی تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا ہے۔ اتباع سنت کا دائرہ ایک مسلمان کی تمام زندگی پر محیط ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہر دور میں مسائل کے حل کے لیے قران اور حدیث کی طرف رجوع کیا جاتا رہا ہے، ہر دور کے اہل علم عملی زندگی میں رہنمائی کے حصول کے لئے قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ سے بھی استدلال کرتے رہے ہیں۔ گو حدیث سے استدلال کے مناہج کے حوالے سے اہل علم ایک دوسرے سے مختلف الرائے رہے ہیں لیکن حدیث کی بنیادی اہمیت اور اس سے استنباط کے بنیادی مسئلے پر امت مسلمہ میں اجماع رہا ہے۔ زیر نظر آرٹیکل میں استدلال بالحدیث کے فقہ حنبلی اور حکم زنا میں ائمہ کے منہج واصول خاص طور پر زیر بحث لایا گیا۔

فقہی مسالک ومناہج کا پس منظر:

فقہی مسالک و مکاتب دراصل نصوص شریعت سے احکام کے استنباط میں اختیار کئے گئے مختلف رجحانات کا نام ہے۔ جو حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سے مشہور ہوئے۔ عہد نبوت اور عہد صحابہؓ میں فقہی مسلک کا وجود موجودہ معروف معنوں میں نہیں تھا، لیکن ان رجحانات کی بنیاد عہد نبوت میں موجود تھی اور عہد صحابہؓ میں وہ بہت نمایاں ہوگئے تھے۔ عہد صحابہؓ کے آخر اور عہد تابعین یعنی اوّل صدی ہجری کے نصف آخر میں ان رجحانات نے مسالک کی شکل اختیار کی، جو عہد تبع تابعین یعنی دوسری صدی ہجری کے اوّل سے لے کر تیسری صدی ہجری کے نصف اوّل میں مزید منضبط ہوئے اور علیحدہ اصول وضوابط کی بنیاد پر ان کی عمارت قائم ہوئی۔

مکتب فقہ حنبلی:

ابن خلکانؒ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ (م 241ھ) کی جانب منسوب یہ اہل سنت کا چوتھا فقہی واستدلالی مسلک ہے۔ فقہ حنبلی تاریخی ترتیب میں آخری ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی شخصیت میں تفقہ واجتہاد کے پہلو پر ان کا محدثانہ پہلو غالب ہے اور یہی رنگ ان کی فقہ پر چھایا ہوا ہے۔ امام شافعیؒ (م 204ھ) جو تمام فقہی اجتہادات اور رجحانات کے جامع تھے۔ امام احمد حنبلؒ ان کے خاص تلمیذ ہیں۔ آپ نے زیادہ توجہ حدیث کی جانب دی۔ اس لئے آپ بڑے محدث ہوئے اور حدیث کا عظیم مجموعہ "المسند" ترتیب دی۔[1]

تفقہ واجتہاد کی خوبیوں میں آراستہ ہونے کے باوجود آپ اپنی آراء واجتہادات کو مدوّن کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن قدرت کو منظور تھا تو آپ کا فقہی مسلک نہ صرف موجود رہا بلکہ عالم اسلام میں اہل سنت کے معروف مروّج فقہی مسالک میں سے ایک مسلک کی حیثیت میں زندہ رہا۔ فقہ حنبلی کی ابتداء بغداد میں ہوئی اور نشوونما کے تمام مراحل یہیں گزرے۔ حدیث سے غایت درجہ اعتناء اور اولوالعزمی مکتب فقہ حنبلی کا نمایاں وصف ہے۔[2]

تعارف امام احمد بن حنبل (164-241ھ):

محقق ابوزہرہؒ کے بقول امام احمد بن حنبلؒ "مرو" میں پیدا ہوئے۔ یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ والد صاحب ممتاز فوجی تھے، لیکن آپ کے بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ مالی حالت اچھی نہ تھی۔ بچپن سے ہی جفاکشی اور عزم واستقامت پیدا ہو گئی تھی۔ ابتداء میں قرآن شریف حفظ کیا۔ پھر بغداد میں حصول علم میں مشغول ہوگئے اور حدیث کی جانب توجہ کی۔[3]

تعلیمی اسفار:

ابن خلدونؒ کہتے ہیں: بغداد کے مشہور محدث ہیثم بن بشیرؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ پھر مختلف شہروں کے اسفار شروع فرمائے اور شوق روایت حدیث میں ایک ایک جگہ کا بار بار سفر فرمایا۔ پانچ بار بصرہ گئے، پانچ بار حجاز گئے۔ [4]

بغداد میں امام شافعیؒ سے تلمذ حاصل کیا اور ان سے حدیث و فقہ کا وہ علم حاصل کیا کہ جب امام شافعی بغداد سے جانے لگے تو فرمایا کہ امام احمد بن حنبلؒ آٹھ چیزوں میں درجۂ امامت پر فائز ہیں: قرآن، حدیث، فقہ، لغت، فقر، زہد، ورع اور سنت۔ [5]

ان کے علاوہ آپ نے امام ابو یوسفؒ، سفیان بن عیینہؒ، ابو بکر بن عیاشؒ، و کیع بن جراحؒ، عبد الرحمن بن مہدیؒ اور سعید القطانؒ سے بھی علوم حاصل کیے۔ [6]

آپ کے تلامذہ میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابو داؤدؒ، امام ابوزرعہؒ، امام ابو القاسم بغویؒ، جیسی شخصیتیں ہیں۔ [7]

تاریخی ابتلاء و آزمائش:

آپ کی زندگی کا تاریخی واقعہ فتنہ خلق قرآن میں آپ کی بے مثال عزیمت و استقامت ہے۔ خلیفۂ مامون نے قرآن کو مخلوق ماننے کی دعوت دی اور اس میں سختی برتی۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اگر قرآن یا حدیث سے دلیل لاؤ تو میں تسلیم کروں۔ آپ کو سخت سزائیں دی گئیں اور طویل مدت تک انتہائی ابتلاء و آزمائش سے گزارا گیا۔ لیکن آپ ثابت قدم رہے۔ [8]

ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ آپ امام ابو حنیفہؒ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔ یہ امام ابو یوسفؒ کی شاگردی کا اثر تھا۔ مسئلہ خلق قرآن میں آپ کو صعوبتوں میں ڈالا گیا۔ اس وقت آپ کے سامنے امام ابو حنیفہؒ کا مسلک تھا۔ جس نے آپ کو حوصلہ دیا۔ [9]

سب سے پہلے علم حدیث امام ابو یوسفؒ ہی کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا، پھر اسی میں ترقی کی۔ [10]

آپ امام محمدؒ (م189ھ) کی جلالت علم اور فقہ کے بھی بے حد معترف تھے۔ آپ سے انہیں ایک خاندانی نسبت بھی تھی۔ آپ کھلے عام فرماتے تھے کہ مجھے امام محمدؒ کی کتابوں سے دقیق مسائل حاصل ہوئے ہیں:

هذه المسائل الدقائق من این ہی لک قال من کتب محمد بن حسن [11]

امام یحییٰ بن سعید القطان جو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے، آپ کے استاد تھے۔ امام شافعیؒ سے بھی آپ کو خصوصی تلمذ حاصل تھا۔ امام شافعیؒ بھی اپنے تلمیذ سے بہت محبت کرتے تھے۔ [12]

امام اسحاق بن راہویہ (م238ھ) کہتے ہیں کہ امام احمدؒ اس زمین پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان حجت ہیں:

احمد حجة بين الله وبينى عبيده فى أرضه [13]

امام علی بن المدینیؒ (م232ھ، 848ء) لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی مدد دو شخصوں کے ذریعے فرمائی:

فتنۂ ارتداد میں سیدنا صدیق اکبرؓ اٹھے۔

فتنۂ خلق قرآن میں امام احمد اٹھے۔ [14]

ابو ثورؒ کہتے ہیں کہ امام احمدؒ سفیان ثوریؒ سے زیادہ عالم اور فقیہ تھے۔ [15]

امام قتیبہؒ، آپ کو امام الدنیا" کہا کرتے تھے۔ [16]

امام نسائیؒ نے آپ کو "احد الائمہ، ثقہ ماموں" فرمایا ہے۔ [17]

حافظ ابن کثیر (م774ھ) آپ کو "الامام" اور "من ائمۃ اہل العلم" لکھتے ہیں۔ [18]

علامہ ذہبیؒ آپ کو شیخ الاسلام، سید المسلمین، الحافظ اور الحجۃ لکھتے ہیں۔ [19]

امام بیہقیؒ، علامہ ابن جوزیؒ اور شیخ الاسلام انصاریؒ نے آپ کے حالات پر مستقل کتابیں لکھیں۔ [20]

اصولی مناہج مکتب حنبلی:

ابو زہرہؒ لکھتے ہیں کہ مکتب حنبلی کے اصولی مناہج درج ذیل ہیں:

امام احمد بن حنبلؒ کے پہلے استاد امام ابو یوسفؒ تھے اور پچھلے امام شافعیؒ، آپ نے ہر دونوں رنگوں کو نہایت قریب سے دیکھا۔ امام شافعیؒ نے علم حدیث کو فرق باطلہ سے بچانے کے لئے نقل وروایت کی پرکھ کے بڑے سخت اصول مقرر کیے۔ یہ اصول وضوابط اپنی جگہ ضروری تھے۔ ان کے بغیر معتزلہ ومرجئہ اور روافض وخوارج کے سیلاب نہ رک سکتے تھے۔ لیکن ان کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ امام شافعیؒ میں اپنے فقہی مسلک کی تخریج میں بھی سختی آگئی۔ [21]

امام احمد بن حنبلؒ بڑی ہمت سے اُٹھے اور امام شافعیؒ کے نظریہ حدیث میں جو سختی تھی، آپ نے اس امت محمدیہ کی خیر خواہی کے لئے اس میں نرمی کی راہیں تلاش کیں۔ آپ کا منہج واستدلال بالحدیث مندرجہ ذیل حدیث پر مبنی تھا:

يسروا ولاتعسروا وسكنوا ولاتنفروا[22]

ترجمہ: تم لوگوں میں آسانیاں پیدا کرو مشکلات پیدا نہ کرو، لوگوں کو قریب کرو نفرت نہ دلاؤ۔

صاحب تاریخ التشریع لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کا یہ اصول نہ تھا کہ حدیث مرفوع مل جائے تو آپ بالکل کسی اور طرف نہ دیکھیں۔ بلکہ آپ کوشش کرتے تھے کہ خود راوی صحابی کا عمل اس حدیث پر ہے؟ اسے دیکھنے سے یہ پتہ چل جائے گا کہ صحابہؓ کے ہاں اس حدیث کے معنی مراد کیا تھے؟ [23]

امام احمد بن حنبلؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ امت محمدیہ کے لئے تشدد کی کوئی راہ اختیار نہ کی جائے۔ حنبلی مکتب فقہ میں اس اصول کے تحت خود آپ کے اختلاف کو بھی نظر انداز کیا گیا۔ چنانچہ اس مکتب فقہ میں نصوص کتاب وسنت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ [24]

استدلال بالحدیث کے حوالہ سے آثار صحابہ کی حجیت:

علامہ عبدالمحسن لکھتے ہیں: مکتبہ فقہ حنبلی میں آثار صحابہ حجت ہیں اور صحابہؓ کے قول وعمل کو امت کے لئے حجت اور سند مانا جاتا ہے۔ [25] اگر کسی بات میں صحابہؓ کا اختلاف ہو تو آپ جس صحابی کی بات کو راجح سمجھیں اس کو اپنالیں، لیکن دوسرے صحابی کو آپ باطل نہیں کہہ سکتے۔ صحابہؓ میں صواب وخطاء کا اختلاف تو ہو سکتا ہے، حق وباطل کا نہیں۔ امت پر ان کی پیروی لازم ہے۔ اپنی رائے سے صحابہؓ کے اقوال سے نکلنا کسی کے لئے روا نہیں ہے۔ [26]

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ (م463ھ) امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

قال ابو عمر وجعل للصحابة فی ذلک مالم یجعل بغیرهم واظنه مال الی ظاهرالحدیث "اصحابی کالنجوم" والله اعلم والی نحو هذا کان احمد بن حنبل یذهب[27]

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ نے اپنی فقہ میں صحابہ کرامؓ کو ایسے مقام پر رکھا ہے جو ان کے ہاں غیر صحابہ کے لئے نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ حدیث "اصحابی کالنجوم" کے ظاہر کے قائل ہیں اور امام احمد بن حنبل کا مذہب بھی یہی تھا۔ احادیث میں جہاں بھی صحابہؓ کے آثار ملیں امام احمد بن حنبلؒ انہیں ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ [28]

فہم صحابہ کی برتری پر حنبلی علماء کی شہادتیں:

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ امام احمدؒ کے نزدیک صحابہ کے فتاویٰ کی اہمیت حدیث مرسل سے بھی زیادہ ہے، اسحق بن ابراہیمؒ نے امام احمدؒ سے پوچھا: آپ کو صحیح مرسل زیادہ پسند ہے یا صحابیؓ کا اثر؟ فرمایا کہ صحابی کا اثر[29] حدیث مرسل میں اعتماد تابعی پر ہے اور آثار صحابہؓ میں اعتماد صحابی پر ہے اور ظاہر ہے کہ صحابی پر اعتماد تابعی پر اعتماد کرنے کی نسبت زیادہ قوی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ حدیث مرسل میں نبی کی بات نصاً ملتی ہے اور حدیث موقوف میں صحابہؓ کے عمل کی صورت میں اور حق یہ ہے کہ صحابیؓ کو نبی سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔[30]

عظیم محدث مولانا بدر عالم مدنیؒ (م1965ء) لکھتے ہیں:

جب کسی مسئلہ میں صحابی کا فتویٰ معلوم ہو جائے اور اس کی مخالفت میں کسی صحابی کا قول معلوم نہ ہوسکے تو پھر وہی مختار ہونا چاہیے۔[31]

استدلال بالحدیث کے حوالہ سے مکتب فقہ حنبلی میں حدیث مرسل کی حجیت:

مکتب فقہ حنبلی کی خصوصیت اور منہج یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے۔[32]

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ دونوں دور اعتماد کے بزرگ ہیں اور ان کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے۔ تابعی ثقہ اور قابل اعتماد اگر آنحضرت ﷺ سے کوئی روایت کرے تو وہ حدیث مرسل کہلائے گی۔[33]

امام شافعیؒ صرف حدیث متصل کو قبول کرتے ہیں حدیث مرسل کو نہیں۔ امام احمدؒ باوجودیکہ دور اسناد سے تعلق رکھتے ہیں مگر حدیث مرسل کو قبول کرنے میں امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے ساتھ ہیں، امام شافعیؒ کے ساتھ نہیں۔ امام نوویؒ اپنے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

ومذهب مالك وابى حنيفةواحمدواكثرالفقهاء انه يحتج به[34]

امام احمدؒ چونکہ اصولاً دور اسناد کے ہیں اس لئے پہلے آپ بھی اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کے ساتھ تھے، لیکن بالآخر آپ پہلوں سے آملے۔

امام ابو داؤدؒ اپنے اس مراسلہ میں جو آپ نے اہل مکہ کو لکھا، لکھتے ہیں:

وانما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثورى ومالك والأوزاعى حتى جاء الشافعى وتكلم فيها متابعه على ذلك احمد بن حنبل وهذه احد الروايتين عن احمد[35]

امام احمد کا آخری قول وہی ہے جو امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ آپ مرسل حدیث کو حجت مانتے تھے۔

مکتب فقہ حنبلی میں ضعیف حدیث سے استدلال:

مکتب فقہ حنبلی میں ضعیف حدیث کلیۃً رد کرنے کے لائق نہیں بلکہ اس کا ایک وزن ہے جس کی بناء پر مزید پڑتال امت کے ذمہ آجاتی ہے۔ جو لوگ ضعیف حدیث کو موضوع کے قریب سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ایسا ہوتا تو محدثین صحاح ستہ میں کبھی صحیح حدیثوں کے ساتھ ضعیف کو جگہ نہ دیتے، معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث صحیح کے زیادہ قریب ہے، حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں حدیث ضعیف اس درجہ میں ضرور ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے قیاس اور اجتہاد سے کام نہ لیا جائے بلکہ اس کو قبول کرلیا جائے، نیز لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کا نظریۂ حدیث بھی یہی تھا کہ ضعیف حدیث اتنا وزن ضرور رکھتی ہے کہ اسے قیاس پر مقدم کیا جائے:

فتقديم الحديث الضعيف وآثار الصحابة على القياس والراى قوله وقول احمد[36]

ترجمہ: سو ضعیف حدیث کو آثار صحابہؓ قیاس اور رائے پر مقدم کرنا آپ کا (امام ابو حنیفہ) قول ہے اور امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔

ابوزہرہؒ لکھتے ہیں کہ مکتب فقہ حنبلی میں استدلال واستنباط کے حوالہ سے قیاس پر عمل آخر میں کیاجائے گا۔[37]

علامہ خضریؒ کا مؤقف ہے کہ مکتب فقہ حنبلی میں اجماع کے بارے میں یہ خیال ہے کہ جن مسائل کے بارے میں کسی کے اختلاف کا علم نہ ہو، ان میں اجماع کا دعویٰ کرنے کی بجائے یہ کہنا چاہیے کہ اس مسئلے میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہے۔[38]

علامہ عبدالمحسنؒ لکھتے ہیں کہ فقہ حنبلی کی ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ احکام کے استنباط میں علت سے زیادہ حکمت کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے خلاف قیاس احکام کی وہ کثرت فقہ حنبلی میں نہیں ملتی جو دوسرے فقہی مسالک میں ملتی ہے جنہوں نے علت کو احکام کی بنیاد بنایا ہے۔[39]

مکتب فقہ حنبلی میں جن اصولی مآخذ کا زیادہ استعمال ہوا ہے ان میں اوّل نمبر پر استصحاب ہے یعنی جو حکم پہلے سے ثابت تھا۔ اسی حکم کو برقرار مانا جائے جب تک اس کے خلاف ثابت نہ ہو جائے۔[40]

مکتب فقہ حنبلی میں استصحاب کے بعد مصالح مرسلہ کے اصول ہیں۔

اس کے بعد سد ذرائع کے اصول ہیں۔[41]

مسائل میں عالم اسلام پر اجتماعی نظر:

علامہ خالد محمودؒ لکھتے ہیں: امام احمدؒ نے فقہی اختلاف کا جو مدوجزر دیکھا وہ پہلے تین اماموں میں سے شاید کسی نے نہ دیکھا ہو۔ امام ابو حنیفہؒ نے کوفہ اور بصرہ میں اعتقادی فتنے توبہت قریب سے دیکھے تھے اور معتزلہ، مرجئہ، روافض اور خوارج کے فتنوں کا سدباب بھی خوب کیا، لیکن اہل سنت کے آپس کے فقہی اختلافات ابھی اس دور میں اتنے نہ کھلے تھے کہ جتنے امام احمدؒ کے دور میں کھلے۔ امام احمدؒ ایک ایک مسئلہ کے لئے پورے عالم اسلام کے فتوؤں کو دیکھتے ہیں، قرآن وحدیث کا سمندر آپ کے سامنے ایک کھلی کتاب ہے۔ آپ کی آفاقی نظر وحدت امت چاہتی ہے اور آپ ہر ایسے مسئلہ سے بچنا چاہتے ہیں جس میں پوری امت ایک طرف ہو اور آپ کسی قول شاذ سے تمسک کرتے ہوئے دوسری طرف کھڑے ہوں، آپ کو ایسی کوئی مثال ان کے ہاں نہیں ملے گی۔[42]

ابتدائی کتب:

علامہ عبدالمحسن لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے فتاویٰ و آراء اور استدلات کو مدوّن کرنا پسند نہیں فرمایا، لیکن آپ کے تلامذہ نے فقہی روایت کو محفوظ کیا۔ جن میں آپ کے صاحبزادگان صالح بن احمد اور عبداللہ بن احمد بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں سے ابوبکر احمد بن محمد موہانی معروف بہ اثرم ہیں۔ دوسرے شاگرد احمد بن حجاز مروزی ہیں اور تیسرے شاگرد اسحاق بن ابراہیم معروف بہ ابن راہویہ ہیں۔ ان تینوں تلامذہ نے فقہ میں کتاب السنن تصنیف کی۔[43]

ابن خلدونؒ لکھتے ہیں کہ آپ کے تلامذہ میں سے آپ کے فتاویٰ کو وسعت اور جامعیت سے مرتب کرنے والے شخص ابوبکر خلال ہیں۔ جنہوں نے دوسو اجزاء میں آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ مرتب کیا۔ اس مجموعہ کی تلخیص ابوالقاسم خرقی اور عبدالعزیز بن جعفر غلام خلال نے کی۔ خرقی کی تلخیص کی تین سو شروحات لکھی گئیں۔ جن میں سے سب سے منفرد ابن قدامہ (م630ھ) کی "المغنی" ہے۔[44]

زنا کے احکام کے سلسلے میں ائمہ فقہی مکاتب کا موٴقف:

زانی مرد اور زانیہ عورت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

الزّانِيَةُ وَالزّاني فَاجلِدوا كُلَّ واحِدٍ مِنهُما مِائَةَ جَلدَةٍ[45]

اس سزا کے سلسلے میں ابو بکر جصاص (م730ھ/980ء) کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں زناکاروں کی سزا وہی ہوتی تھی جو کہ باری تعالیٰ کے اس قول میں بیان کی گئی:

وَاللّاتي يَأتينَ الفاحِشَةَ مِن نِسائِكُم فَاستَشهِدوا عَلَيهِنَّ أَربَعَةً مِنكُم فَإِن شَهِدوا فَأَمسِكوهُنَّ فِي البُيوتِ حَتّىٰ يَتَوَفّاهُنَّ المَوتُ أَو يَجعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبيلًا وَاللَّذانِ يَأتِيانِها مِنكُم فَآذوهُما[46]

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی کر لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو گھر میں مقید رکھو۔ یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی راہ تجویز فرما دیں اور جو دو شخص بے حیائی کا کام کریں تم میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ۔

پھر غیر محصن زانی اور زانیہ کے لئے یہ مذکورہ حد زیر بحث آیت سے منسوخ ہو گئی۔ پھر رجم کی بنا پر محصن زانی کے لیے اس حد کا بھی نسخ ہو گیا۔ اس لئے حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

خذواعنی فقد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب الجلد والرجم[47]

یعنی فرمایا کہ مجھ سے سن لو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ نکال دیا ہے وہ یہ کہ کنوارے کا کنواری عورت سے زنا کرنے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے۔ شادی شدہ مرد کا شادی شدہ عورت سے زنا پر کوڑے اور رجم (سنگسار) کی سزا ہے۔

محصن اور غیر محصن کی حد زنا کے متعلق ائمہ کرام کی آراء:

امام جصاصؒ لکھتے ہیں کہ محصن اور غیر محصن کی حد زنا کے متعلق اہل علم اور ائمہ کرام کے مابین اختلاف رائے ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ کا قول ہے کہ محصن کو رجم کر دیا جائے گا اور کوڑے نہیں لگائے جائیں گے اور غیر محصن کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ لیکن اس کی جلاوطنی بطور حد نہیں ہو گی۔ یہ بات امام المسلمین کی صوابدید پر موقوف ہو گی۔[48]

مزید لکھتے ہیں کہ قاضی ابن ابی لیلیٰؒ، امام مالکؒ اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ اور حسن بن صالحؒ کا قول ہے کہ کوڑے اور رجم دونوں سزاؤں کو یکجا نہیں کیا جائے گا۔ امام جصاصؒ کہتے ہیں کہ یہی رائے ہمارے اصحاب یعنی احناف کی بھی ہے۔ البتہ کوڑے مارنے کے بعد جلاوطنی کے مسئلہ میں ان حضرات کے مابین اختلاف رائے موجود ہے۔ امام جصاصؒ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے کہ کنوارے مرد اور عورت کو کوڑے لگانے کے بعد جلاوطن کیا جائے گا۔ یہی قول سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ مرد کو جلاوطن کیا جائے گا عورت کو نہیں[49] ان حضرات نے غیر محصن کو کوڑے لگانے اور جلاوطن کرنے پر استدلال کیا ہے حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے، جس کا ذکر ماقبل میں ہوا ہے۔ اس میں کنوارے زانی مرد اور زانیہ عورت کی سزا میں دونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور دیگر حضرات کے نزدیک کنوارے زانی اور زانیہ کو جلاوطن کرنا یہ بطور حد زنا کے نہیں ہے۔ انہوں نے اس پر تین طریق سے استدلال کیا ہے:

1. آیت کریمہ الزّانِيَةُ وَالزّاني فَاجلِدوا كُلَّ واحِدٍ مِنهُما مِائَةَ جَلدَةٍ سے[50] طریقہ استدلال امام جصاصؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت اس امر کا موجب ہے کہ ان پر سزا صرف کوڑے ہوں۔ کیوں کہ اگر جلاوطنی کو بھی حد میں شامل کر دیں تو اس صورت میں کوڑے کی سزا حد زنا کا ایک حصہ قرار پائے گی اور یہ بات آیت کے حکم کے نسخ کو واجب کر دیتی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جلاوطنی صرف تعزیری سزا ہے یہ زنا کی حد میں داخل نہیں ہے۔[51]

2. دوسرا طریقہ استدلال یہ ہے کہ امام جصاصؒ لکھتے ہیں کہ نص میں اضافہ صرف اسی صورت میں جائز ہوتا ہے جب اس اضافے کا موجب ایسی نص ہو جس کے ذریعے پہلے نص کا نسخ جائز ہو سکتا ہو۔ جبکہ جلاوطنی کی روایت حدیث عبادہ بن صامتؓ اس پیمانے کی نہیں ہے بلکہ اس کا ورود خبر واحد کی شکل میں ہوا ہے اور خبر واحد سے آیت میں ذکر کیے گئے حکم کا نسخ نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلاوطنی زنا کی حد میں شامل نہیں۔[52]

3. تیسرا طریقہ استدلال جلاوطنی کے زنا کی حد نہ ہونے پر یہ ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کنوارے مرد یا عورت کو جلاوطن کر دینا مناسب سمجھتے تھے، کیونکہ جاہلیت کا دور گزرے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ کوڑے لگانے کے بعد ایسے افراد کو ان حرکات سے باز رکھنے کیلئے جلاوطن کر دیا جائے۔ نیز حدیث عبادہ بن صامتؓ کی روایت لامحالہ کوڑے کی آیت سے پہلے وارد ہوئی تھی اور آیت میں جلاوطنی کا ذکر نہیں ہے اس سے یہ بات واجب ہوگئی کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت میں جلاوطنی کا جو ذکر ہے اگر وہ حد میں داخل ہے تو وہ آیت سے منسوخ ہوگئی ہے۔[53]

محصن زانی کے لئے کوڑوں اور رجم کے جمع ہونے میں ائمہ کا مؤقف:

امام جصاصؒ لکھتے ہیں کہ محصن زانی کے لئے کوڑوں اور رجم کی سزاؤں کو یکجا کر دینے کے سلسلے میں صورت حال یہ ہے کہ فقہاء احناف کا اس پر اتفاق ہے کہ محض زانی کو رجم کر دیا جائے گا اور اسے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔ ان فقہاء نے اس مسئلہ پر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ وہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ جس کا تعلق مزدور زانی کے واقعہ سے ہے۔ زانی کے باپ کا کہنا تھا کہ اہل علم نے بتلایا ہے کہ مزدور رکھنے والے شخص کی بیوی کو رجم کی سزا ملے گی۔ حضور ﷺ نے اس کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ عورت کو کوڑے لگائے جائیں گے اور سنگسار کر دیا جائے گا بلکہ آپ ﷺ نے ایک شخص حضرت انیسؓ کو حکم دیا تھا کہ صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جا کر، اس سے پوچھو اگر وہ زنا کا اعتراف کر لے تو اسے سنگسار کر دو۔[54]

طریقہ استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس موقعہ پر کوڑوں کا ذکر نہیں فرمایا۔ اگر رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا بھی واجب ہوتی تو آپ ﷺ اس سزا کا ذکر بھی کرتے جس طرح رجم کا ذکر کیا ہے[55]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محصن (شادی شدہ) زانی کو سزا صرف سنگسار کرنا ہے۔ جو حضرات ائمہ فقہاء محصن زانی کے لئے رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا بھی واجب کرتے ہیں وہ اس مؤقف پر حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں محصن زانی کیلئے رجم کے ساتھ ساتھ کوڑوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔[56]

اسی طرح ابن جریج کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک خاتون سے زنا کیا۔ حضور ﷺ نے اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ پھر یہ بتلایا گیا کہ وہ محصن ہے اس پر آپ ﷺ نے سنگسار کر دیا۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے شراحہ ہمدانیہ کو پہلے کوڑے لگوائے پھر سنگسار کر دیا[57] ان احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ محصن زانی میں دونوں سزاؤں کوڑے اور سنگسار کو جمع کیا جائے گا۔

ابو بکر جصاصؒ ان دلائل کا جواب دیتے ہیں کہ حضرت عبادہؓ کی حدیث کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ اس کا ورود اس حکم کے بعد ہوا تھا جس کے تحت زناکاروں کی سزا خانہ بندی اور ایذاء رسانی مقرر ہوئی تھی۔ اس حدیث نے اس کو منسوخ کر دیا تھا۔[58] اس حدیث کے بعد ماعزؓ اور غامدیہؓ کو رجم کرنے کے واقعات پیش آئے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے مزدور زانی کے واقعہ کے سلسلہ میں فرمایا تھا: اغدیا انیس علی امرأة ہذا

فان اعترفت فارجمها[59] اگر حضرت عبادہؓ کی روایت میں مذکورہ رجم اور کوڑوں کی دونوں سزائیں بحال رہتیں تو حضور ﷺ درج بالا موقع پر ان پر ضرور عمل کرتے۔

امام جصاصؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کی روایت میں مذکور واقعہ کے اندر عین ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زانی کو یہ سمجھتے ہوئے کوڑے لگوائے ہوں کہ یہ غیر محصن ہے، پھر اس کے محصن ہونے کا ثبوت مل گیا تو آپ ﷺ نے اسے رجم کرا دیا۔ امام جصاصؒ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا یہی قول ہے۔[60] حضرت علیؓ نے شراحہ ہمدانیہ کو پہلے کوڑے لگوائے اور پھر رجم کر دیا اس میں اسی امر کا احتمال ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

فقہی مکاتب کے اربعہ میں منحصر ہونے کی حکمت عملی:

آثار التشریع کے مصنف لکھتے ہیں کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ ایک اسلام کے لئے فقہی مکاتب کی یہ عمل کی چار راہیں کیوں قائم ہو گئیں؟ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں بھی اسلام کے دائرہ وسعت عمل میں مختلف فقہی راہیں قائم تھیں۔ مسالک اربعہ نے ان تمام فقہی اختلافات کو سمیٹ کر چار میں بند کر دیا۔ یہ امت پر ان کا بڑا احسان ہے کہ پندرہ، بیس راہوں کو وہ چار پر لے آئے۔ پھر عملاً ہر ایک دائرہ میں ایک ہی راہ زیر عمل رہی، کسی کے لئے چاروں راہیں کھولنے کا اصول اختیار نہ کیا گیا۔

حکمت فقہی اختلاف:

ڈاکٹر اسحاق بھٹیؒ (م1436ھ، 2015ء) کے بقول چار فقہی مکاتب و مسالک کا اقرار یہ اختلافات کو برداشت کرنے کے لئے ہے کیونکہ ہر ایک مذہب کے پیچھے کچھ صحابہ کرامؓ کھڑے ہیں۔ سو ضروری ہوا کہ اپنے طریقے پر عمل کرتے ہوئے باقی تین مذاہب و مکاتب کو بھی ممکن الصواب سمجھا جائے، گو اپنے مکتب و مسلک کو بالکل صواب جانو۔ اس طرز و فکر میں سب صحابہؓ کا احترام بھی قائم رہتا ہے اور ان دوسرے ائمہ کا احترام بھی۔[61]

ایسا نہیں کہ عام مسلمان کبھی کسی امام کے مقلد ہو جائیں اور کبھی کسی دوسرے امام کے۔ خواہش نفس یا سہولت عمل کے لئے ایسا کرنا جائز نہ ہو گا۔ حافظ ابن تیمیہ (م728ھ) لکھتے ہیں کہ جو لوگ مسلمانوں کو چار مذاہب کا طعنہ دیتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنا ہوتا ہے کہ دیکھو وہ آپس میں کس طرح مختلف رہے۔ یہاں تک کہ ائمہ کو ان اختلافات کے سائے میں مختلف مذاہب ترتیب دینے پڑے۔ سو جو لوگ امت مسلمہ میں ان چار فقہی مکاتب و مسالک کو محل طعن سمجھتے ہیں، امام ابن تیمیہ کے ہاں وہ اہل رفض ہیں۔[62]

خلاصہ بحث یہ ہے کہ مذکورہ بحث میں مکتب فقہ حنابلہ کے منہج استنباط اور امتیازات و خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے اس فقہی مکتب کے حدیث سے استدلال کے مناہج و اصول ظاہر ہو جاتے ہیں۔ فقہاء ائمہ اربعہ کی محنتیں اس لئے لائق داد ہیں کہ صحابہ اور تابعین میں جو فقہی اختلافات پہلے تھے ان ائمہ مجتہدین کے فقہ کے اصولوں کو طے کرنے کے باعث کم ہوتے گئے۔ اب کسی مسئلہ میں زیادہ سے زیادہ جو اختلافات دکھائی دیں گے وہ چار سے متجاوز نہ ہوں گے۔ ان مجتہدین و فقہاء نے اختلافات پیدا نہیں کئے بلکہ انہیں کم کیا ہے اور ان میں جو اختلافات ہیں وہ انہوں نے پہلے دور کے صحابہؓ اور تابعین سے لیے ہیں اور ان میں یہ اختلاف وسعت عمل کے مختلف پیمانے تھے۔ تفریق امت اور انتشار کا سامان ہر گز نہ تھے۔

حوالہ جات:

1 ابن خلکان، احمد بن محمد ابراہیم،**وفیات الأعیان و أنباء أبناء الزمان**،(بیروت: دار صادر، 1947ء)، 68/6-

2 ندوی، فہیم اختر، **فقہ اسلامی**،(لاہور: مکتبہ قاسم العلوم، 2011ء)، ص129-

3 ابوزہرہ، محمد،**احمد بن حنبل: حیاته وعصره**، ترجمہ: سید رئیس جعفری،(فیصل آباد: ملک سنز پبلشرز، طبع پنجم، 1994ء)، ص20-

4 ابن خلدون، عبد الرحمن، **تاریخ ابن خلدون**،(بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1992ء)، 481/1-

5 ایضاً

6 ذہبی، شمس الدین، **تذکرة الحفاظ**،(بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2009ء)، 323/1-

7 ایضاً

8 ابن خلکان، احمد بن محمد ابراہیم،**وفیات الأعیان و أنباء أبناء الزمان**،(بیروت: دار صادر، 1947ء)، 65/6-

9 خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی، **تاریخ مدینه الإسلام** (تاریخ بغداد)(بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1414ھ)، 227/13-

10 خوارزمی، ابو محمد موفق بن احمد مکی حنفی، **مناقب الإمام أبی حنیفة**،(حیدرآباد: مجلس دائرۃ المعارف، 1432ھ)، 160/2، 139/1-

11 عسقلانی، ابن حجر احمد بن علی، **تہذیب التہذیب**،(حیدرآباد: دائرۃ المعارف، 1335ھ)، 173/1-

12 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر عماد الدین، **البدایه والنہایه**،(بیروت: مکتبہ المعارف، 1990ء)، 335/10-

13 ایضاً، ص 336-

14 ذہبی، شمس الدین، **تذکرة الحفاظ**،(بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2009ء)، 321/1-

15 عسقلانی، ابن حجر احمد بن علی، **تہذیب التہذیب**،(حیدرآباد: دائرۃ المعارف، 1335ھ)، 75/1-

16 ایضاً

17 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر عماد الدین، **البدایه والنہایه**،(بیروت: مکتبہ المعارف، 1990ء)، 337/10-

18 ذہبی، شمس الدین، **تذکرة الحفاظ**،(بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2009ء)، 323/1-

19 ایضاً

20 ابن تیمیہ، محمد، **منہاج السنه النبویه فی نقض کلام الشیعة والقدریة**،(قاہرہ: دار الحدیث، 2017ء)، 115/2-

21 ابوزہرہ، محمد، **احمد بن حنبل: حیاته وعصره**، ترجمہ: سید رئیس جعفری،(فیصل آباد: ملک سنز پبلشرز، طبع پنجم، 1994ء)، ص 121-

22 خطیب تبریزی، **مشکوٰة المصابیح**،(لاہور: مکتبہ اسلامیہ، س.ن)، 323/2-

23 خضری، محمد، **تاریخ التشریع الإسلامی**،(قاہرہ: دار التوزیع والنشر الاسلامیہ، 1427ھ)، ص 390-

24 ایضاً

25 ترکی، عبد المحسن، **اصول الإمام احمد**،(بیروت: مؤسسہ الرسالہ، 1996ء)، ص 35-

26 خالد محمود، **آثار التشریع**،(لاہور: دار المعارف، 1994ء)، 385/2-

27 ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، **جامع بیان العلم**،(کراچی: ادارہ اسلامیات، 1995ء)، 145/2-

28 خضری، محمد، **تاریخ التشریع الإسلامی**،(قاہرہ: دار التوزیع والنشر الاسلامیہ، 1427ھ)، ص 351-

29 میرٹھی، بدر عالم، **ترجمان السنہ**،(لاہور: ادارہ اسلامیات، 1995ء)، 249/1-

30 ایضاً

31 ایضاً، 248/1-

32 ترکی، عبدالمحسن، اصول الإمام احمد، (بیروت: مؤسسہ الرسالہ، 1996ء)، ص 41-
33 محمود الطحان، تيسير مصطلح الحديث، (لاہور: اسلامی کتب خانہ، س.ن)، ص 70-
34 نووی، یحیٰی بن شرف، شرح مسلم، (لاہور: فرید بک سٹال، طبع اول، 2004ء)، 30/1-
35 عثمانی، شبیر احمد، فتح الملہم، (کویت: دار الضیاء، الطبعہ الأولی، 2006ء)، 34/1-
36 ابن قیم، محمد بن ابی بکر شمس الدین، إعلام الموقعين عن رب العالمين، (جدہ: دار ابن الجوزی، 1443ھ)، 42/2-
37 ابوزہرہ، محمد، احمد بن حنبل: حياته وعصره، ترجمہ: سید رئیس جعفری، (فیصل آباد: ملک سنز پبلشرز، طبع پنجم، 1994ء)، ص 120-
38 خضری، محمد، تاريخ التشريع الإسلامی، (قاہرہ: دار التوزیع والنشر الإسلامیہ، 1427ھ)، ص 352-
39 ترکی، عبدالمحسن، اصول الإمام احمد، (بیروت: مؤسسہ الرسالہ، 1996ء)، ص 130-
40 ایضاً
41 ایضاً
42 خالد محمود، آثار التشریع، (لاہور: دار المعارف، 1994ء)، 395/2-
43 ترکی، عبدالمحسن، اصول الإمام احمد، (بیروت: مؤسسہ الرسالہ، 1996ء)، ص 132-
44 ابن خلدون، عبدالرحمن، تاريخ ابن خلدون، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1992ء)، 482/1-
45 سورہ النور 02:24-
46 سورہ النساء 15:04-
47 جصاص، ابو بکر بن علی، احکام القرآن، مترجم (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 1999ء)، 2/6-
48 ایضاً
49 ایضاً، 3/6-
50 ایضاً
51 ایضاً
52 بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحيح البخاری، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2005ء)، 1008/2-
53 جصاص، ابو بکر بن علی، احکام القرآن، مترجم (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 1999ء)، 7/6-
54 قشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحيح المسلم، (کراچی: مکتبہ البشریٰ، 2005ء)، رقم الحدیث: 1690-
55 جصاص، ابو بکر بن علی، احکام القرآن، مترجم (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 1999ء)، 9/6-
56 ایضاً
57 قشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحيح المسلم، (کراچی: مکتبہ البشریٰ، 2005ء)، رقم الحدیث: 1698-
58 جصاص، ابو بکر بن علی، احکام القرآن، مترجم (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 1999ء)، 9/6-
59 ایضاً
60 خالد محمود، آثار التشریع، (لاہور: دار المعارف، 1994ء)، 257/2-
61 بھٹی، اسحاق، **برصغیر پاک وہند میں علم فقہ**، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، اشاعت دوم، 2010ء)، ص 6-
62 ابن تیمیہ، محمد، فتاویٰ ابن تیمیہ، (بمبئی: دار العلم، 2004ء)، 308/20-